

دین و دانش

نقیب ختم نبوت (16) جولائی 2004ء

قسط: ۴

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی

خلافت و ملوکیت

آیت استخلاف

عموماً سورۃ النور کی ایک آیت کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ خلفائے راشدین کی تعداد چار ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (پارہ ۱۸، النور ۵۵)

وعدہ کر لیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں کہ انہیں زمین میں خلافت دے گا۔ جیسا کہ خلافت دی تھی ان سے پہلے کے لوگوں کو اور مضبوط کر دے گا ان کے لئے اس دین کو جسے اس نے پسند کیا ہے ان کے لیے۔ اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن کے ساتھ تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کریں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں پانچ چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے:

- (۱) مومنین صالحین کو زمین میں خلافت (حکومت) دی جائے گی۔
- (۲) دین اسلام کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرے گا اور اسے غالب کیا جائے گا۔
- (۳) مسلمانوں کو دشمنوں کا کوئی خوف نہیں رہے گا۔
- (۴) اس خلافت (حکومت) میں لوگ اللہ ہی کی بندگی کریں گے اور شرک کا نظام ختم ہو جائے گا۔
- (۵) جو لوگ اس خلافت کی ناشکری کریں گے وہ فاسق سمجھے جائیں گے۔

یہ آیت کریمہ واضح طور پر اعلان کر رہی ہے کہ خلافت اسلامیہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور عطیہ ہے۔ اس کے بغیر محض تبلیغ و تعلیم سے نہ دین غالب ہو سکتا ہے نہ امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی نظام کفر و شرک کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس آیت کے اولین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں لیکن اس کے عموم میں پوری امت مسلمہ بھی داخل ہے۔

مشہور مفسر ابوالبرکات عبداللہ احمد بن محمود النسخی لکھتے ہیں: ”کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ نبی علیہ السلام اور ان کے

نقیب ختم نبوت (17) جولائی 2004ء

دین و دانش

رفقاء سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ محض مہاجرین سے ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ وعدہ عام ہے۔“

(تفسیر نسفی ج ۳ ص ۱۱۶)

علماء کے ایک بڑے طبقہ کی رائے یہ ہے کہ یہ وعدہ ساری اُمت کے لیے ہے..... ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ ”صحیح بات یہ ہے کہ آیت میں اصل اشارہ یہ ہے کہ اس میں تمام اُمت و جمہور کی حکومت مراد ہے“ اور حضرت ابن العربی فرماتے ہیں کہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ وعدہ نبوت اور خلافت کے حق میں عام ہے۔ ساتھ ہی دعوت کی اقامت اور شریعت کے عموم کے حوالہ سے بھی یہی وعدہ ہے۔ چنانچہ ہر شخص کے حق میں یہ وعدہ اپنے انداز اور اپنے حالات کے حوالہ سے پورا ہوا۔ حتیٰ کہ مفتی، قاضی اور حکمران سبھی اس میں شامل ہیں۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ آیت کریمہ ساری اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے حق میں عام ہے، کسی خاص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں۔“ (قرطبی ج ۱۲، ص ۲۹۹)

علامہ محمد العربی لکھتے ہیں: ”الْوَعْدُ بِالسَّلَامَةِ فِي الْأَرْضِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ عَامٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ. یعنی اس آیت میں استخلاف فی الارض کا وعدہ محققین کے نزدیک عام ہے۔“

(اتحاد ذوی النجا بتہ بمافی القرآن والسنت من فضائل الصحابہ مطبوعہ قاہرہ ص ۴۰)

ابن جریر طبری آیت کے آخری حصے ”وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ”اس جگہ کفر سے اللہ کا انکار مراد نہیں ہے بلکہ کفرانِ نعمت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جزیرۃ العرب میں اسلام کو غالب کر دیا تھا اور مسلمان امن کی حالت میں تھے۔ پھر لوگوں نے جبر کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت بھی بدل دی۔ اس نعمت (خلافت اور غلبہ اسلام) کی انہوں نے ناشکری اور بے قدری کی تو اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت دوبارہ ان پر مسلط کر دی جو ختم ہو گئی تھی۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ یہ ناشکری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا تھا۔“

(تفسیر ابن جریر ج ۱۸ ص ۱۶۰)

امام بغوی نے بھی معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ: ”خلافت کی ناقدری اور ناشکری کا پہلا واقعہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ کے شہید ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے انعامات میں کمی آگئی اور مسلمان امن کی حالت سے نکل کر دوبارہ خوف و ہراس اور باہمی قتل و قتال کی حالت میں مبتلا ہو گئے۔“

امام نسفی نے بھی لکھا ہے کہ خلافت کی ناشکری کرنے والے سب سے پہلے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔“

(تفسیر نسفی ج ۳ ص ۱۱۷)

اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح کی خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ ان سے پہلے پچھلی امتوں یعنی بنی اسرائیل کو عطا کی گئی تھی۔ امام اہلسنت مولانا عبد الشکور لکھنوی لکھتے ہیں کہ:

نقیب ختم نبوت (18) جولائی 2004ء دین و دانش

”بنی اسرائیل کی خلافت سے باتفاق مفسرین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلافت مراد ہے کہ ان کے بعد تین خلیفے بڑے جاہ و جلال کے ہوئے۔ حضرت یوشع، حضرت کالب، حضرت یوساقوس۔ ان خلفائے بنی اسرائیل کے حالات اور فتوحات ہمارے تینوں خلفائے سے ملتے جلتے ہیں، اور بعض مفسرین نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت مراد لی ہے کہ ان کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام خلیفہ ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی قوت و شوکت ضرب المثل ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں مراد ہوں کما فی الزالہ الخفاء۔“ (مجموعہ تفسیر آیات قرآنی ص ۱۱۳)

مؤخر الذکر قول کی امام اہلسنت صحیح تو ضیح نہیں کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے انتقال کے بعد جب یوشع بن نون کی قیادت میں فلسطین فتح ہوا تو بنی اسرائیل اپنی کوئی متحدہ حکومت قائم نہ کر سکے بلکہ قبائلی عصبیت میں مبتلا ہو گئے۔ ساڑھے تین سو سال سے زائد مدت تک یہی طوائف الملوکی کا دور رہا، یہاں تک کہ عمالقہ کے سابقہ مشرک قبائل نے متحدہ محاذ بنا کر بنی اسرائیل کو فلسطین کے بڑے حصے سے بے دخل کر دیا اور تابوتِ سکینہ بھی چھین لیا۔

اس وقت حضرت سموئیل علیہ السلام نے بحکم الہی حکومت کا نظم اپنے ایک رفیق جناب طالوت کو سونپ دیا جو نبی کی زیر قیادت اور ان ہی کی ہدایات کے مطابق کام کرتے تھے۔ قرآن مجید نے نبی کی زبان سے ان کے بارے میں اعلان کرایا۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ (البقرہ، آیت ۲۴۷) ان ہی کی زیر قیادت تین سو تیرہ مؤمنین صالحین کی مختصر سی فوج نے جالوت اور اس کے بڑے لشکر کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے شکست سے دوچار کر دیا۔ جالوت، حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا جو اس وقت بالکل نو عمر تھے اور طالوت کی فوج میں شامل تھے۔ اس عظیم فتح کے بعد بنی اسرائیل کی مستحکم حکومت شام و فلسطین میں قائم ہوئی اور طوائف الملوکی کا دور ختم ہوا۔ حضرت طالوت کی حکومت ۴۰۲۰ ق م سے لے کر ۴۰۰۲ ق م تک تقریباً ۱۶ سال قائم رہی۔

خلافت داؤد علیہ السلام

حضرت طالوت کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت قائم ہوئی، جو ۴۰۰۲ ق م سے لے کر ۹۶۵ ق م تک تقریباً چالیس سال قائم رہی۔ قرآن مجید نے ان کے بارے میں بتایا ہے کہ ”یا داؤد اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِی الْاَرْضِ..... وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ..... وَاتَّهَ اللّٰهُ الْمَلِكُ“ ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زمین میں خلیفہ بنایا (ص ۲۶)..... اور ہم نے اس کی حکومت کو قوت دی تھی (ص ۲۰)..... اور اللہ نے اسے حکومت عطا کی تھی (البقرہ ۲۵۱)

ان آیات میں اسی خلافتِ داؤدی کا ذکر ہے۔ جالوت کے قتل کے وقت ہی سے ان کی شجاعت ظاہر ہو گئی تھی۔

دین و دانش

نقیب ختم نبوت (19) جولائی 2004ء

نبوت اور حکومت ملنے کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں شام، عراق، فلسطین اور شرق اردن کے تمام علاقوں پر ان کی حکومت قائم ہو گئی۔

خلافت سلیمان علیہ السلام:

حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد یہ وسیع سلطنت ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو منتقل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَدَرِّتْ سُلَيْمٰنَ دَاوُدَ ۝ (النمل ۱۶) اور وارث ہوا سلیمان داؤد کا اور وَكَلَّاۤ اٰتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (الانبياء ۷۹) داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام دونوں کو ہم نے حکومت دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بھی ۹۶۵ ق م سے لے کر ۹۲۶ ق م تک تقریباً چالیس سال قائم رہی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے رجعم خلیفہ ہوئے تقریباً سترہ سال تک عدل و تقویٰ کے ساتھ حکمرانی کرتے رہے اور قوم کی اخلاقی برائیوں کے باعث ان کی حکومت کا زوال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جو خلافت بطور انعام عطا فرمائی تھی اس کی ترتیب اور مدت حسب ذیل ہے:

(۱) جناب طالوت: تقریباً سولہ سال ۱۰۲۰ ق م سے لے کر ۱۰۰۴ ق م تک۔

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام: تقریباً چالیس سال ۱۰۰۴ ق م سے ۹۶۵ ق م تک۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام: تقریباً چالیس سال ۹۶۵ ق م سے ۹۲۶ ق م تک۔

(۴) جناب رجعم: تقریباً سترہ سال ۹۲۶ ق م سے ۹۱۰ ق م تک کل مدت خلافت ایک سو تیرا سال بنتی ہے۔

یہ ساری خلافت و حکومت اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور عطیہ و انعام تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں اسی طرح کی خلافت بطور انعام اور عطیہ کے امت مسلمہ کو بھی دینے کا اعلان فرمایا کہ وہ خلافت بھی تقریباً اتنی ہی مدت تک قائم رہے گی اور اس کی پسندیدہ بھی ہوگی، اسی لئے بنی اسرائیل کی خلافت کے ساتھ اسے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ مفکر اسلام، قاطع سبائیت مولانا محمد اسحق صدیقی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

امت مسلمہ کے استخلاف کو بنی اسرائیل کے استخلاف سے تشبیہ دینے سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس امت میں بھی خلافت طویل مدت تک یعنی کم از کم ایک صدی تک رہے گی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی۔ اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو تشبیہ کے خلاف نہیں۔ اس سے کم ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ میں پوری مطابقت باقی نہیں رہتی اور مدت خلافت امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تہیہ کو مدت خلافت بنی اسرائیل سے کم تسلیم کرنا مقتضائے تشبیہ کے خلاف ہے۔ تشبیہ مذکور کا تقاضا یہ ہے کہ اموی اور عباسی خلفائے دور کو خلافت موعودہ کا دور سمجھا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا انعام اور باعث خیر و برکت سمجھا جائے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ آیت استخلاف میں تو صرف نفس ”استخلاف“ (عطاءِ خلافت) کو استخلاف سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کو ہم نے خلافت عطا کی تھی اسی طرح تمہیں عطا فرمائیں گے۔ وجہ شبہ صرف اتنی ہی ہے جو تشبیہ کے لیے کافی ہے۔ یہ قطعاً ضروری نہیں کہ دونوں امتوں کی خلافتیں سب احوال و اوصاف اور پوری کیفیت میں باہم مشابہ و یکساں ہوں.....

جواب

اگرچہ استخلاف کی خبر بعنوان وعدہ خود بشارت اور مسرت خیز ہے لیکن پھر بھی مخاطب کے دل میں ہلکی سی خلش پیدا ہو سکتی تھی کہ یہ خلافت و مملکت عام قوانین تکوینی کے ماتحت حاصل ہوگی۔ یا بطور انعام اور عطاءِ خاص؟ اس شبہ کو دور کرنے اور بشارت میں مزید اضافہ فرمانے کے لیے ”کَمَا اسْتَخْلَفَ.....“ فرما کر تشبیہ کے ذریعے بات بالکل صاف فرمادی گئی اور اپنے مقبول بندوں کو اس طرح مزید مسرت و طمانیت بخشی گئی کہ تمہیں ہم خلافت و اقتدار بطور انعام عطا فرمائیں گے۔ یہ ہماری عطا فرمائی ہوئی نعمت ہوگی اور ایسی نعمت ہوگی جو بہت سی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے گی۔ تشبیہ مذکورہ کا یہ فائدہ بدیہی طور پر سمجھ میں آتا ہے اسے پیش نظر رکھنے کے بعد ہمارا استدلال بالکل بے غبار ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ آیت میں تشبیہ صرف استخلاف کو نہیں دی گئی بلکہ نوعیت و کیفیت استخلاف سے دی گئی ہے اور اس کا تقاضا وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ یعنی خیر و برکت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہونے میں بھی اس خلافت کو سابقہ مشبہ بہا خلافتوں کے مثل ہونا چاہیے۔ اگر یہ نہ سمجھا جائے تو تشبیہ سے کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔ عطاءِ اقتدار میں مشابہت ہونے سے کیا فائدہ؟ یہ مشابہت تو اسے ہر سلطنت و حکومت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ خواہ وہ اہل حق کی سلطنت ہو یا غیر مسلمین کی۔ اس میں اہل ایمان کے اقتدار کی کیا تخصیص ہے؟ اس سے یہ حقیقت اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے کہ آیت میں تشبیہ صرف استخلاف کے ساتھ نہیں دی گئی ہے بلکہ کیفیت و نوعیت استخلاف کو کیفیت و نوعیت استخلاف کے مشابہ ظاہر فرمایا گیا ہے۔

شبہ تو بجز اللہ بالکل صاف ہو گیا اور آیت سے ہمارا استدلال بالکل بے غبار ہو گیا۔ مگر مخالفین خلفاء کی آنکھوں کا غبار دور کرنے کے لیے انہیں آیت استخلاف کے اس آخری جز کی طرف متوجہ کرتا ہوں:

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ”اور جو لوگ اس کے بعد ناشکری کریں۔ تو یہی لوگ فاسق ہیں“

نعمتِ خلافت کے کفران کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسے نعمت کے بجائے قیمت (سزا و عذاب) کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ خلافت امتِ مسلمہ کو بطور انعام عطا فرمائی تھی اور ظاہر ہے کہ انعام الہی سراپا خیر و برکت ہی ہوتا

نقیب ختم نبوت (21) جولائی 2004ء

دین و دانش

ہے۔ خلافت راشدہ کے سراپا چیز و برکت ہونے میں تو کسی کلام کی گنجائش نہیں۔ ان کے بعد بھی شام و اندلس کی اموی خلافتیں اور بغداد کی عباسی خلافت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اسی خلافت کا حصہ تھیں، جس کا وعدہ آیت اختلاف میں فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی مذمت کرنا، خلفاء کو ظالم و جابر یا فاسق و فاجر کہنا، ان کی خلافتوں کو ناجائز کہنا، انہیں روم و ایران کے کافر و فاسق بادشاہوں سے تشبیہ دینا، ان کے دور کو روم و ایرانی قسم کی ”ملوکیت“ کہنا، ان پر افتراء کرنا کہ وہ کافر بادشاہوں کی طرح بیت المال کو اپنی ذاتی ملک سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے مال کو اپنے تعیش کے لیے صرف کرتے تھے۔ ان پر یہ بہتان باندھنا کہ وہ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات برداشت نہ کر سکتے تھے اور بے گناہوں کو قتل کر کے خون بہاتے تھے۔ ان پر اور ان کے معاونین پر یہ اور اس قسم کے دوسرے الزام لگانا اور یہ کہنا کہ علماء و صلحاء کا طبقہ ان سے بیزار اور مایوس ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ان سے بالکل الگ ہو گیا تھا۔ ان خلفاء اور ان کے معاونین پر اس طرح کی الزام تراشی کر کے تقریباً سات آٹھ سو سال تک باقی رہنے والی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت خلافت کو شر و فساد اور مصیبت و بلا ظاہر کرنا کیا کفرانِ نعمت نہیں ہے؟ پھر کیا آیت مقدسہ میں کفرانِ نعمت کرنے والوں کو فاسق نہیں کہا گیا ہے؟ اس آیت کا شیعوں پر صادق آنا تو بالکل واضح ہے۔ لیکن وہ سنی جو اموی خلافت اور اموی خلفاء کی مذمت کرتے رہتے ہیں۔ ان سے بغض و عداوت رکھتے ہیں اور جو شخص ان کی تعریف کرے اسے خارجی اور ناصبی کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ذرا غور کر لیں کہ کہیں وہ بھی تو اس آیت کریمہ مذکورہ کی زد میں نہیں آجاتے ہیں؟ (اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت۔ ج ۳، ص ۱۳، ۳۱)

(جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

☆ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ☆ 29 جولائی 2004ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

دامت برکاتہم

سید عطاء المہمین بخاری

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی

(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

الدرعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم جامعہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان، فون: 061-511961